احمدیت کا پیغام

ترجمہ از عبدالوہاب عمر



سر محمد ظفر اللہ

احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن لاہور

سر محمد ظفر اللہ کا خطبہ

احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مدت سے یہ انتظام جاری ہے کہ وقتاً فوقتاً اکابر اہل علم سے اہم مضامین پر خطبات دلائے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب رکن حکومت ہند سے بھی استدعا کی گئی تھی کہ وہ بھی ایک خطبہ سے حاضرین کو مستفیض اور ایسوسی ایشن کو مفتخر فرمائیں۔ چنانچہ جناب چودھری صاحب نے از راہِ لطف و کرم قبول فرمایا اور ۲ مارچ ۳۵ء کو وائی۔ ایم۔ سی۔ اے۔ ہال۔ میں اہل علم کے ایک بھاری مجمع کے روبرو جس کے صدر جناب سید عبد القادر صاحب، ایم۔ اے۔ پروفیسر اسلامیہ کالج تھے "احمدیت کا پیغام" کے موضوع پر انگریزی زبان میں یہ فاضلانہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا سلیس اردو ترجمہ خاکسار نے عوام کے فائدہ کیلئے مرتب کیا ہے۔

عبد الوہاب عمر خلف حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ خلیفہ اول

سکرٹری احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن

لاہور۔

تقریرِ صدر

پروفیسر سید محمد القادر صاحب صدر جلسہ نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ فاضل مقرر کسی تعریف و تعارف کا محتاج نہیں ہیں۔ آپ قانون و سیاست کے دائرے میں بڑا نام پیدا کر چکے ہیں مجھے یقین ہے کہ جب آپ رکن حکومت ہند کی حیثیت میں دہلی تشریف لیجائیں گے تو وہاں بھی اپنی متانت و معقولیت، اصابت رائے اور کمال فہم و نظر کی بدولت ممتاز درجہ حاصل کر لیں گے۔

حضرات! جب امیر حبیب اللہ خان امیر کابل ہندوستان تشریف لائے تھے تو وہ ایم۔ اے۔ او کالج علیگڈھ بھی گئے تھے۔ جو اب مسلم یونیورسٹی بن چکا ہے۔ وہاں امیر نے طلباء کا دینیات میں امتحان لیا تھا اور امیر صاحب کے سوالات سُن کر ایک انگریز رفیق نے کہا کہ اعلیٰحضرت اعلیٰ درجے کے مُلّا بھی ہیں۔ امیر صاحب نے جواب دیا کہ میں پادشاہ بھی ہوں، سپاہی بھی ہوں اور مُلّا بھی ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ مدت کے بعد جناب چودھری صاحب بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ میں قانون دان ہوں اور سب سے اچھا قانون دان ہوں، میں سیاستدان ہوں، میں ماہر نظم و نسق ہوں اور ان سب سے بڑھ کر ایک بہت اچھا مُلّا بھی ہوں۔ ہم چودھری صاحب کی سیاسی اور قانونی خدمتوں اور خوبیوں سے آگاہ ہیں۔ لیکن انکی مُلّائیت کی نسبت آج تک زیادہ نہیں سُنا تھا۔ آج ہم ان کو ایک نئے لباس میں دیکھ رہے ہیں اور وہ مذہبی علم کا لباس ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی یہ ایک بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ اعلیٰ دنیوی مراتب تک پہنچ کر مذہب سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اگر مذہب کے متعلق باتیں کریں گے تو قدامت پرست سمجھے جائیں گے۔ مجھے اِس

اعتراف میں تامل نہیں ہونا چاہئیے کہ احمدیہ جماعت کا یہ امتیازی خاصہ ہے کہ وہ دین کو دنیا پر ہر حال میں مقدم کرتی ہے۔ چودھری صاحب کے رکن حکومت ہند بن جانے کے بعد کسی کو یہ توقع نہ تھی کہ وہ مذہب پر لیکچر دیں گے اور بالخصوص احمدیت کا پیغام سنائیں گے۔ یہ امر جماعت احمدیہ کے لئے اور جناب چودھری صاحب کے لئے باعث اعزاز خصوصی ہے کہ انہوں نے حکومت ہند کی رکنیت کا بلند پایہ عہدہ سنبھالنے سے صرف چند ہفتہ پیشتر احمدیت کو اپنے خطبے کا موضوع قرار دیا۔

میں کسی لمبی تقریر سے آپ کی سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا اور جناب چودھری صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنا خطبہ ارشاد فرمائیں۔

احمدیت کا پیغام

آنریبل سر محمد ظفر اللہ کا خطبہ

میں نے آج ایک گرانبہا فرض اپنے ذمہ لیا ہے اور مذہبی عالم کا جامہ اگرچہ میرے لئے بالکل نیا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے کلیتاً نیا نہیں۔ میں عموماً خوشی کے ساتھ لیکچر دینے پر آمادہ نہیں ہوتا لیکن اس موقعہ پر احمدیہ انٹر کالیجئیٹ ایسوسی ایشن کے سکرٹری صاحب احمدیت پر لیکچر کی استدعا لے کر میرے پاس آئے تو میں نے اس استدعا کو قبول کرنے میں نسبتاً بہت کم نارضامندی ظاہر کی۔ آپ کو یہ امر شاید تعجب انگیز معلوم ہو کہ میں نے ایک نئے موضوع کو لیکچر کے لئے منتخب کیا باکم از کم اہل لاہور کے نزدیک سیاسی مباحث کے

بالخصوص مجھے جتنی مناسبت ہے، اتنی مناسبت اس موضوع کے ساتھ قطعاً نہیں۔ یہ امر بھی کم تعجب خیز نہ ہوگا۔ کہ میں نے اس موضوع پر بولنا اس وقت پسند کیا جبکہ اردو ہند کے ایک خاص طبقہ میں احمدیہ جماعت اور اس کے مقدس بانی کے خلاف غلط بیانیوں اور مذمتوں کا ایک طوفان برپا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہی وجوہ جو بادی النظر میں اس موضوع سے دُور بھاگنے کی دلیل تھے میرے لئے اُسے اختیار کرنے کی دلیل بن گئے۔ مجھے یہ موضوع منتخب کرتے وقت اس بات کا یقین تھا۔ کہ اگر میں ان اصول و مقاصد کو واضح کرسکا جو احمدیت کا نصب العین ہیں تو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ فائدہ ہی پہنچے گا۔

بے شک یہ کہا جائے گا کہ فضا یک طرفہ تھی اس لئے کہ لیکچر دینے والا احمدیہ جماعت کا ایک فرد تھا، لیکن یہ فضا بہرحال تعصب اور جانبداری کے جذبات سے پاک ہوگی اور اگر اس خطبہ کے ذریعہ سے میں آپ میں سے بعض حضرات کے قلوب میں تحریک احمدیت کے اصول و مبانی کے متعلق تحقیقات کا شوق پیدا کرسکا تو میں سمجھوں گا کہ اس لیکچر کا مقصد پورا ہوگیا۔

ابتدائی توضیحات

پیغام احمدیت کو شروع کرنے سے قبل مجھے یہ حقیقت واضح کردینی چاہئے کہ احمدیت کے متعلق بہت بڑی غلط فہمی رائج ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ احمدیت کوئی نیا پیغام نہیں لائی اس لئے اس پر وقت ضائع کرنا بے سود ہے۔ دوسرا گروہ اسے ایک انقلابی تحریک قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مبانیِ اسلام پر کھلا ہوا حملہ ہے لہٰذا مسلمانوں کو پورے مذہبی جوش و حمیت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ علاوہ بریں ان لوگوں کو بھی اس جہاد میں شریک ہونا چاہئے جو سچے مذہب کی محبت سے بہرہ ور ہیں۔ یہ دونوں رائیں

غلطی پر مبنی ہیں - یہ بالکل درست ہے کہ احمدیت کوئی نیا مذہب یا نیا عقیدہ نہیں ہے - ہمارا دعویٰ یہی ہے کہ احمدیت اور اسلام مترادف ہیں لیکن دوسرے مسلمانوں کو اپنی جماعت کے پیش کردہ دینی نظریات کی ذمہ داری سے محفوظ رکھنے کے لیئے ضروری تھا کہ ہم اپنے لیئے الگ نام تجویز کرتے، جماعت احمدیہ کے پیش کردہ نظریات دینی سے میری مراد اسلام کا وہ نقشہ ہے - جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ نے [جنہیں ہم مسیح موعود مانتے ہیں] پیش کیا ہے - لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میری اس تشریح سے اسلام میں احمدیت کی حیثیت و موقعیت پر کوئی برا اثر پڑ سکتا ہے - جس طریق پر احمدیت کو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے - اس سے یہ ظاہر ہو گا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے - لیکن حقیقتاً یہ اسلام کا بالکل نیا تصور ہے - میں اسے اس لحاظ سے نیا اور جدید قرار دیتا ہوں کہ بیسویں صدی کے لوگوں کے لئے یہ بالکل نیا ہے -

ہم اپنے تمام اصول و ضوابط کے لئے دین کے اولین سر چشمے یعنی قرآن حکیم کے پاس جاتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی روشنی سے مستفیض ہوتے ہیں - ہر چھوٹے بڑے امر کے لئے ہمارا منبع ہدایت یہی ہے - دنیا اسلام سے منزلوں دور جا چکی تھی - احمدیت اس دور میں نہ محض اسلام کا نیا تصور ہی پیش کرتی ہے بلکہ یہ اسلام کو اس بدلی ہوئی دنیا کے سامنے صحیح طریق سے پیش کرنے کا ذریعہ بنی ہے، اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو احمدیت کوئی معمولی چیز نہیں ہے - جسے قابل اعتنا نہ سمجھا جائے - یہ مذہب کے سمندر کی سطح پر کوئی ایسا ہنگامی تموج نہیں - جو وقتاً فوقتاً سطح پر نمودار ہوتا ہے اور انجام کار سمندر کی تہ میں سو جاتا ہے -

فلسفیانہ نکتہ

دنیا پہ نظر ڈالو۔ مذہب کے خیالات سے ہٹ کر ایک لمحہ کے لئے مادی دنیا پہ غور کرو۔ یہ کائنات آج بھی بعینہ وہی ہے جو دو ہزار سال قبل تھی۔ اسی زمین پہ ہم رہتے ہیں، انہیں سیاروں کی گردش سے متاثر ہوتے ہیں۔ اسی بارش اور سورج سے زندگی اور دھوپ حاصل کرتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو دو ہزار سال سے دنیا میں کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی۔ نہ ہی پچھلی دو چار صدیوں میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ کیا پھر بھی ہم دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہ دنیا وہی ہے جو پہلے تھی، کیا یہ کہنا زیادہ درست نہ ہوگا کہ یہ دنیا بالکل نئی ہے۔ سائنس کی موجودہ ایجادات اور نیچر کے رازوں میں انسانی علوم کی دسترس نے ہم پہ نیچر کے ایسے خواص و کیفیات ظاہر کئے ہیں جو ہمارے خواب و خیال میں کبھی نہ تھے۔ ان علوم کے ذریعہ نیچر کے خواص کا علم وسیع ہوتا گیا اور اس کی طاقتوں پہ ہمارا اقتدار بڑھتا گیا۔ اس لحاظ سے موجودہ دنیا وہ نہیں جس میں ہمارے آباؤ اجداد رہتے تھے۔

مذہبی پوزیشن

اسی طرح مذہب کی بھی ایک نئی دنیا ہے جس طرح موجودہ علوم کی وجہ سے مادی دنیا میں تغیرات رونما ہو رہے ہیں مذہبی دنیا بھی بدل رہی ہے گو اسلام وہی پرانا اسلام ہے مگر علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیا کی ضروریات کے مطابق روحانی امراض کے علاج کے لئے بھی نئے نئے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ جن کا بندوبست اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی قرآن حکیم میں کر رکھا تھا۔ جن کے متعلق دنیا بے خبر تھی۔ اس نقطہ نگاہ سے احمدیت ایک نئی تحریک ہے۔ اور جب میں احمدیت کو ایک تازہ تحریک کہتا ہوں تو اس لحاظ سے کہ دنیا اسلام کی خوبیوں، خوبصورتیوں اصولوں اور روایات سے بے خبر تھی۔ احمدیت نے ان کو ظاہر کیا،

پس احمدیت کی اہمیت کو کم کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس نے زندہ اسلام کو اس صدی میں ظاہر کیا ۔ اور انسانوں کے بنائے اصولوں کو جو پچھلی چند صدیوں میں اسلام میں داخل ہو گئے تھے رد کر دیا۔ اور تیرہ سو سال پُرانے اسلامی اصولوں کو ہی قابل قبول قرار دیا۔ اور دوسری طرف احمدیت حال سے گذر کے دور کے زمانہ مستقبل تک پہنچتی ہے ۔ اسلام میں احمدیت کی یہ دو حیثیتیں ہیں۔

مذہبی دنیا میں انقلابات ہو رہے ہیں اور ایک نیا روحانی عالم پیدا ہو گیا ہے ۔ اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ روحانی دنیا میں ایسے تغیرات رونما ہو رہے ہیں کہ آئندہ نسلیں زمانہ ماضی کو تعجب کی نگاہ سے دیکھیں گی ۔ اس دنیا میں عظیم الشان تغیرات پیدا ہونے ضروری ہیں یعنی نیا آسمان اور نئی زمین پیدا ہو گی۔ جب میں یہ بیان کرتا ہوں تو میں احمدیت کے صرف ایک پہلو پر زور دیتا ہوں ۔ مجھے ڈر ہے کہ میں احمدیت کے دوسرے پہلو کی اہمیت کو کم نہ کر دوں میں چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے مجھے ایک قدم آگے بڑھنے کی اجازت دیجئے کہ میں بیان کروں کہ احمدیت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نے قرآن کریم کی صحیح تشریح دنیا کے سامنے پیش کی ہے ۔ یہ احمدیت کا معجزہ ہے جسے لوگ بعد میں شاید اپنی طرف منسوب کر لیں ان میں سے اکثر تشریحات کے اطلاق کا وقت ابھی نہیں آیا مگر پھر بھی ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو ان معارف کا انکشاف کرتا۔ اس وقت احمدیت نے ہی قرآن کا یہ سب سے بڑا معجزہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اسلام کا معجزہ

میں یہ نہیں کہتا کہ بڑے معجزات نئے رونما نہیں ہوتے ۔ میں بچپن سے ہی جن لوگوں کے قدموں میں بیٹھا کرتا تھا ان سے سنتا تھا کہ قرآن کریم کا ایک عظیم الشان معجزہ یہ ہے کہ اس کے ایک حرف اور شوشہ تک میں کمی بیشی نہیں ہوئی

بے شک اپنی ذات میں یہ بھی ایک بہت بڑا معجزہ ہے کہ قرآن کریم کی ظاہری شکل و صورت اس قدر محفوظ ہے۔ اگر آج دنیا کا سارا لٹریچر بھی تلف کر دیا جائے تب بھی قرآن کریم لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہے گا۔ مگر جو شخص احمدیت کے قریب ہوتا جائے گا وہ محسوس کرے گا کہ قرآن کے تعلق میں احمدیت نے اس سے بھی بڑا معجزہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، مجھے اجازت دیجئے کہ میں کہوں کہ احمدیت کی بنیاد اسی عظیم الشان معجزے پر قائم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو چند فقرات میں واضح کر دوں۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ بانیِ سلسلہ احمدیہ نے نہ صرف دنیا پر ظاہر کیا ہے بلکہ ثابت کر دیا ہے، اور اس کے متعلق دنیا کو چیلنج کیا کہ خواہ کیسے انقلابات ظہور پذیر ہوں، تمدنِ انسانی میں مرورِ زمانہ کی وجہ سے خواہ کیسے ہی تغیرات پیدا ہو جائیں قرآن کریم اپنی مکمل تعلیمات کے ذریعہ ہمیشہ دنیا کی مادی، اخلاقی اور روحانی تربیت کرتا رہے گا، اور اس طرح ہمیشہ قرآن کے ذریعہ نسل انسانی ترقی کرتی رہے گی، جوں جوں زمانہ بدلتا جائے گا خدا تعالیٰ اپنی غیر محدود رحمت کے ذریعہ ان تغیرات کے مطابق قرآن کے ایسے اصول الہام کرتا رہے گا جن میں ان کا علاج موجود ہوگا، یہی وہ بات ہے جو کلام الٰہی کو دوسرے فلاسفروں اور حکیموں کی باتوں سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ لوگ یہ دعویٰ کبھی نہیں کر سکتے۔

پہلا عظیم الشان پیغام

احمدیت کا پہلا پیغام یہ ہے کہ اگر ایک مادی ضرورت ختم ہو جائے یا ہماری آنکھوں کے سامنے محو ہو رہی ہو اور نئی ضرورت پیدا ہو رہی ہو تو اس کے لئے قرآن کریم میں پہلے ہی سے علاج موجود ہوگا۔ ورنہ یہ امر خدا تعالیٰ کی شان ربوبیت پر ایک دھبہ ہوگا کہ اس نے گذشتہ زمانہ کے لوگوں کی روحانی ضروریات کو تو پورا کیا لیکن آئندہ کے لئے روحانی ترقی کا کوئی سامان مہیا نہ کیا۔ حالات بے انتہا

متغیر ہو گئے ہیں ہماری بود و باش وہ نہیں جو تیرہ سو برس پہلے تھی، قرآن اس وقت کی زندگی کے لئے اسوہ تھا، مگر بیسویں صدی کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے تو یہ دعوے کہ قرآن آخری اور مکمل کتاب ہے باطل ہو جائے گا، احمدیت کا پہلا پیغام یہ ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے قول اور فعل کا ایک ہی منبع ہے اس لئے زمانہ کے تغیرات کے مطابق کلام الٰہی میں ایسے معارف کا انکشاف ہوتا رہے گا جن میں ان بدلتی ہوئی ضروریات کا علاج موجود ہوگا۔ آج جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس میں سے نمونۃً ایک بات بیان کر دی ہے۔ احمدیت کی پوزیشن کو واضح کرنے کے لئے یہ بطور تمہید کے ہے۔ احمدیت کا یہی دعوے ہے ہمارے مخالفین خواہ کچھ کہیں۔

احمدیت ہی اسلام ہے

احمدیت کا یہ دعوے ہے کہ یہ اسی اسلام کو پیش کرتی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ اب میں احمدیت کا خاص پیغام جو اس زمانہ کے لئے ہے بیان کرتا ہوں۔ یہ پیغام مفاہمت کا ہے۔ احمدیت نے ان تمام امور میں مفاہمت کا پیغام دیا ہے جن کی وجہ سے انسانی زندگی بے چین اور بے آرام ہے یہ ہے احمدیت کا پیغام جس کی تفصیل میں عرض کرتا ہوں۔ آئندہ دوران لیکچر میں خواہ میں احمدیت کا لفظ استعمال کروں یا اسلام کا میری مراد ایک ہی ہوگی۔ کیونکہ میں اسلام میں احمدیت کی پوزیشن بیان کر چکا ہوں۔ میں جو کچھ بیان کروں گا اس کا منبع اور ماخذ احمدیت ہے اور ان اصولوں کو میں دوسرے مسلمانوں کی طرف منسوب نہیں کرتا، اگر وہ میرے آئندہ بیان سے متفق ہوں تو فبہا ورنہ ان پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اب میں احمدیت کا نقطۂ نگاہ پیش کرتا ہوں۔

مفاہمت کا پیغام

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے احمدیت صلح کا پیغام لے کر آئی ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک لفظ ہے مگر اس کا اطلاق بہت وسیع ہے۔ کیونکہ یہ ان تمام امور پر حاوی ہے جو انسانی زندگی میں اختلاف کا باعث ہیں۔ مجھ سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ میں اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالوں۔ میں صرف یہ کر سکتا ہوں۔ کہ بعض امور کی طرف اشارہ کر دوں اور ان کے متعلق احمدیت کا نقطۂ نگاہ پیش کر دوں اور اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں امید کرتا ہوں کہ ہم سے اختلافات کے باوجود آپ اسلام کے متعلق پہلے سے زیادہ فخر کے جذبات لے کر اُٹھیں گے اور آپ کے دلوں میں دینی مسائل کے متعلق اسلام کے پیش کردہ حل معلوم کرنے کا ذوق و شوق بڑھ جائے گا۔

خالق و مخلوق کے درمیان صلح

اول احمدیت خالق اور مخلوق کے درمیان صلح کراتی ہے۔ موجودہ زمانہ کا یہ میلان ہے کہ جوں جوں انسان دنیاوی ترقیات کرتا جاتا ہے مذہب سے بیگانہ ہوتا جاتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے سکولوں اور کالجوں اور ہمارے لٹریچر میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ کسی اصول یا روایت کو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک وہ دلائل قویہ نہ رکھتی ہو، لیکن مذہبی امور کے متعلق مجبور کیا جاتا ہے کہ ان کو بغیر دلیل کے ہی مان لیا جائے۔ کیونکہ وہ ایمان کا حصہ ہیں۔ یہی مذہب سے بیگانگی کا بڑا سبب ہے۔ فطرت انسانی ان تمام امور کے خلاف بغاوت کرتی ہے جو دلائل و براہین سے خالی ہوں۔ عقل انسانی دلیل کی محتاج ہے۔ اور اگر انسان کو مذہبی احکام میں دلائل سے قائل نہ کیا جائے تو یہ اس کے لیئے نقصان دہ ہے کیونکہ وہ ظاہراً تو اس مذہب کا پیرو ہوگا گو دلائل

نہ ہونے کی وجہ سے دل سے منکر ہوگا۔ اس طرح منافقوں کی ایک جماعت پیدا ہو جائے گی، جو مذہب کی خاطر کسی قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہوگی۔ کیونکہ انسان قربانی تب ہی کرتا ہے جب دل سے اس صداقت کا قائل ہو اعمال کے لئے بھی اطمینانِ قلب ضروری ہے، اور چونکہ دلائل سے کام نہیں لیا جاتا اس لئے بندے اور خالق کے درمیان بیگانگی ہے۔

پہلی مفاہمت

احمدیت نے اس امر پہ بہت زور دیا ہے کہ قرآن کریم کے تمام احکام دلائل حکمت پہ مبنی ہیں۔ اس نے اوامر کی خوبیوں اور نواہی کی برائیوں سے مطلع کیا اور مذہب کی بنیاد دلائل پہ رکھ کر خالق و مخلوق کے درمیان مفاہمت کا سلسلہ قائم کیا۔ یہ دعوےٰ ہے اور اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ اور اگر میں سب احکام کے دلائل بیان کرنے لگوں تو اس کے لئے کئی لیکچر درکار ہوں گے۔ اگر کوئی صاحب کسی معاملہ کے متعلق یا اس بات کے متعلق جو میں آج بیان کروں گا مزید معلومات دریافت کرنا چاہیں تو وہ مجھ سے یا کسی احمدی سے دریافت کر سکتے ہیں انشاء اللہ ان کی تسلی کے لئے حوالہ جات اور لٹریچر مہیا کیا جائے گا۔

ایک مثال

مفاہمت کی یہ ایک مثال ہے اور اگر یہ درست ہے تو سچائی کے طالبوں کے لئے جو تعلق باللہ کے خواہشمند ہیں کتنا امید افزا اور خوش کن پیغام ہے۔ دیگر مذاہب کے پیرو یہ دعوےٰ نہیں کر سکتے کہ ان کے عقائد بھی اسی طرح دلائل و براہین پہ مبنی ہیں۔

نسلِ انسانی کے مختلف طبقوں میں مفاہمت

اس کے بعد احمدیت نے مختلف طبقوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ نسلِ انسانی مختلف فرقوں اور عقیدوں میں منقسم ہے ۔ اس وقت میں صرف ان اختلافات کا ذکر کروں گا جو ہندوستان کی مختلف جماعتوں میں کشیدگی کا باعث ہیں ۔ یہ اختلاف وہ ہے جو مختلف مذاہب کے پیرووں میں پایا جاتا ہے ۔ یہ کوشش کہ ان کے درمیان صلح ہو جائے اور اس کے لئے صرف اتنا کہنا کہ میرے عقائد معقول ہیں اور مفاہمت پیدا کر سکتے ہیں مفید نہیں ۔ صرف اتنا کہنے سے کہ اختلاف چھوڑ دو صلح نہیں ہو سکتی ۔ احمدیت اختلافات کو تسلیم کرتی ہے اور اختلافات کو دبا کر صلح کرانے کی قایل نہیں ۔ وہ کہتی ہے کہ مفاہمت کے لئے دو طرح کوشش ہونی چاہئے ۔ ایک یہ کہ اختلافات کے ہوتے ہوئے دوسرے سے صلح کے طریق دریافت کئے جائیں دوسرے یہ کہ ایسے وسائل بہم پہنچائے جائیں جو مکمل صلح پر منتج ہوں ۔ لوگوں نے جب بھی اختلافات کو تسلیم کرنے کی بجائے ان کو دبایا تو صلح کی بجائے منافرت کا بیج بو دیا ۔ پس اس جہت میں پہلی بات یہ ہے کہ اختلافات کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر اختلافات کو تسلیم کیا جائے تو ہر قسم کی دماغی ترقی رک جائے گی ۔ محض اختلافات ہی کی بنا پر میں آج لیکچر دینے آیا ہوں ۔ اور دنیاوی ترقیات بھی اختلاف ہی کی وجہ سے ہیں ۔ زمانۂ ماضی میں سائنسدانوں اور موحدوں کو صرف اس لئے دکھ دئے گئے ۔ کہ وہ اپنے پیشرووں سے اختلاف رکھتے تھے ۔ اگر ان کے اختلافات کو بالکل دبا دیا جاتا اور کسی شخص کو بھی اختلاف کرنے کی اجازت نہ دی جاتی تو آج اس قدر ترقی نہ ہوتی ۔ پس مذہبی مفاہمت کے لئے بھی اختلافات کو تسلیم کرنا ضروری ہے ۔ بانیِ سلسلہ احمدیہ نے ہی اس اصول کی بنیاد رکھی اور

یہ تعلیم دی کہ جب تک اختلافات موجود ہیں ان کو عقل اور دلیل سے سلجھایا جائے۔ اگر وہ پھر بھی موجود رہیں تو تحمل اور رواداری کے اوصاف پیدا کئے جائیں۔ اگر زید بکر سے مذہبی اختلاف رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کی بات تک نہ سُنے۔ میں نے جو بات پیش کی ہے وہ بالکل آسان ہے مگر اس بدقسمت ہندوستان میں کوئی ایسی دو جماعتیں موجود نہیں جو اختلاف کے باوجود رواداری سے کام لیتی ہوں۔

رواداری کی رُوح

محبت اور رواداری کی روح پیدا کرنے کیلئے بانیِ سلسلہ احمدیہ نے ایک تجویز پیش کی جو یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے نمائندے ایک پلیٹ فارم پر اپنے اپنے مذاہب کی ایسی خوبیاں بیان کریں جن سے نسلِ انسانی کی روحانی اور اخلاقی ترقی ہوتی ہو۔ ہم نے ہمیشہ اس تجویز پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے اور باوجود اختلافات کے دیگر مذاہب کے نمایندوں نے ہم سے تعاون کیا ہے۔

ایسی کانفرنسوں کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہم میں تحمل اور بُردباری کی رُوح پیدا ہوگی میں تسلیم نہیں کرتا کہ میرے مخالف میرے عقائد سے محض اس لئے اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ میرے دشمن ہیں یا میری جماعت یا مذہب کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ جب ہم ایک دوسرے سے مل کر تبادلہ خیالات کریں گے اور دیکھیں گے کہ ہر شخص معقولیت سے اپنی بات منوانی چاہتا ہے تو ہم میں اس کی بات سمجھنے کی خواہش ہوگی جس کے ذریعہ رواداری کی بنیاد پڑے گی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم میں بہت سی صداقتیں مشترک ہیں اس لئے اختلافات کو بڑھانا بے سود ہے۔ بلکہ یہ کوشش ہوتی چاہیئے کہ ہم مشترک معاملات میں اتحاد پیدا کریں اور باقی ماندہ اختلافات کا حل سوچیں۔

عملی کام

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے دیگر مذاہب کے پیروؤں نے ایسی مفاہمت پیدا

کرتے ہیں ہم سے تعاون کیا ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں لاہور میں جلسہ اعظم مذاہب منعقد ہوا تھا جس میں پانچ مضامین مقرر کئے گئے تھے۔ جن پر مختلف مذاہب کے نمائندوں نے مضامین پڑھے۔ اگرچہ یہ کانفرنس میری پیدائش سے چار سال قبل منعقد ہوئی مگر جہاں تک مجھے اس کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں یہ ہیں کہ یہ کانفرنس صلح اور محبت سے ہوئی۔ اس وقت سے دنیا کے مختلف حصوں میں یہ روح ترقی کر رہی ہے چھبیس سال ہوئے پہلی ورلڈ پارلیمنٹ آف ریلیجنز منعقد ہوئی جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق لیکچر دئے۔

۱۹۲۴ء میں برطانوی نمائش کے موقعہ پر لندن میں مذاہب کی ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مختلف مذاہب کے نمائندے شریک ہوئے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ اور خاکسار نے بھی اس کی کارروائی میں حصہ لیا۔ اس موقعہ پر اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں اور لوگ حیران تھے کہ اسلامی تعلیمات میں کس قدر روحانی دولت موجود ہے۔

۱۹۳۶ء میں دوسری ورلڈ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہماری جماعت کے تین نمائندے شریک ہوئے۔ میرے مضمون کا عنوان یہ تھا کہ اسلام نے مختلف اقوام میں کس طرح اتحاد پیدا کیا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کا بھی ایک پیغام اس موقعہ پر پڑھا گیا۔ آپ جانتے ہیں اس قسم کی تحریکات لاہور اور دیگر مقامات میں دن بدن ترقی کر رہی ہیں۔ اور جب بھی ہم نے ایسے جلسوں کا انتظام کیا دیگر مذاہب کے نمائندوں نے نہایت فراخدلی سے ہماری دعوت کو قبول کیا۔ سکھوں، ہندوؤں اور عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور کیرکٹر کی خوبیاں بیان کیں۔ اور جب بھی انہوں نے ہمیں دعوت دی کہ ہم ان کے بزرگوں کی خوبیاں بیان کریں تو ہم نے بخوشی اس نیک

کام میں شرکت کی۔

جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس بات پر زور دیا کہ تمام روحانی تعلیمات کا ایک ہی منبع ہے۔ اس لئے ہمیں رواداری سے کام لینا چاہیئے۔ اور تمام مذاہب کے بزرگوں کی عزت کرنی چاہیے۔ جماعت احمدیہ کا ایک اصول جو اس کے مذہب کا جزو ہے اور جس کی بنیاد قرآن کی تعلیم پر ہے۔ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر زمانہ میں اور تمام قوموں کی طرف رسول بھیجے ہیں۔ ہم حضرت کرشن کو اُسی طرح خدا کا سچا فرستادہ یقین کرتے ہیں جس طرح حضرت بدھ اور حضرت زرتشت کو خدا کا سچا نبی مانتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہم قرآن کریم کی سند پیش کرتے ہیں

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ عقائد ہم نے خود نہیں گھڑے۔ بلکہ قرآن کریم اس کی تائید کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یہ قرآن کریم کی ان تعلیمات میں سے ہے جن پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے کیا یہ مفاہمت کا ایک بہت بڑا ذریعہ نہیں کہ میں نہ صرف ہندوؤں کے بزرگوں کی عزت ہی کروں بلکہ انہیں اسی طرح سچا جانوں جس طرح یہودیوں کے بزرگوں کو سچا جانتا ہوں میں عیسائیوں کے بزرگوں کو بھی میں ایسا ہی سچا جانتا ہوں جیسے سکھوں کے بزرگوں کو میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سچائی کا اسی طرح قائل ہوں جس طرح نبیوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا۔ میرا ایمان یہ ہے کہ یہ تمام بزرگ ملہم تھے۔ اور اللہ تعالےٰ نے انہیں نسل انسانی کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی اس محبت کے مظاہرات تھے جو اس کو اپنی مخلوق سے ہے۔ جب ان کا ماننا میرے ایمان کا جزو ہے تو کیا کسی صورت میں بھی ممکن ہے کہ میں اُن کے متعلق تہذیب سے کام لوں۔ ہمارا کتنا ہی اختلاف ہو مگر جہاں تک ان بزرگوں کی زندگی اور مشن

کا تعلق ہے ہم ان کے پیرووں سے متفق ہیں - ان کی تعلیمات کے مفہوم میں اختلاف ہے - مختلف مذاہب کے پیرووں کے درمیان یہ ایک بہت بڑی مفاہمت ہے، خوشی کی بات ہے کہ اس اصول کو ایک معقول طبقہ نے تسلیم کر لیا ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی اس تعلیم کی طرف توجہ دلائی -

صحیح راستہ

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام یا دیگر مذاہب کے پیروؤں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے دوسرے مذہب کی بُرائیاں بیان کریں دوسرے مذہب کی برائی بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمہارا مذہب سچا ہے یہ کیسی سیدھی اور سچی بات ہے مگر کتنے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں - لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف توجہ دلانے کے لئے اپنی تعلیم کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں - یہی ذریعہ ہے جس سے آپ کسی کو اپنی صداقت کا قائل کر سکتے ہیں -

صرف مذہبی اختلاف ہی نسل انسانی میں تفریق کا باعث نہیں بلکہ اخلاقی، سیاسی، اقتصادی، بین الاقوامی وجوہات بھی ہیں - جن کے سبب یہ تفریق دن بدن بڑھ رہی ہے - اسلامی تعلیمات میں ان سب کا علاج موجود ہے - ان میں سے چند باتوں کا ذکر کرتا ہوں - اخلاق کو لیں، یہ ایک مشکل مضمون ہے، اور جب تک زمین تیار نہ ہو اس کا سمجھنا آسان نہیں - مجھے ڈر ہے کہ میرے بیان سے شاید غلط فہمی پیدا ہو - پھر بھی اس بارے میں اسلام کی وہ تعلیمات جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے بیان کرتا ہوں -

سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس صداقت پر زور دیا کہ انسان کی فطرت پاک ہے اور بدی کا اثر اس کا جزو نہیں، اور بتایا کہ بدی ہمیشہ

باہر سے آتی ہے نسلِ انسانی کے لئے کیسا امید افزا اور خوش کن پیغام ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو تعلق باللہ کے خواہشمند ہیں۔ اس صداقت کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور اسلام نے اس پر زور دیا ہے۔

فطرت انسانی

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ طبعی تقاضے اپنی ذات میں برے نہیں۔ ان کا برمحل یا بے محل استعمال انہیں اچھا یا برا بناتا ہے۔ محبت فی ذاتہٖ اچھی نہیں نہ نفرت اپنی ذات میں بری ہے۔ یہ دونوں طبعی تقاضے ہیں۔ قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ محبت جو طبعی تقاضا ہے تب ہی اچھی ہے جب اسے برمحل استعمال کیا جائے اور اس سے اچھے نتائج مرتب ہوں۔ اگر خود غرضی مدنظر ہو تو بری ہے۔ میں ایک مثال سے یہ بات واضح کرتا ہوں۔ محبت جو طبعی تقاضا ہے نیکی ہے جب وہ تین شرائط سے مشروط ہو۔ اول یہ کہ ہر چیز سے اس کی شان کے مطابق محبت کی جائے اور اس محبت کے نتیجہ میں بدی نہ پیدا ہو۔ مثلاً اولاد سے محبت تب ہی نیکی کہلا سکتی ہے جب تک وہ صداقت اور دیانت کے اندر ہو۔ لیکن اگر اولاد کی محبت دیانت پر غالب آجائے اور وہ شخص رشوت سے ان کا پیٹ پالنا شروع کر دے تو یہی محبت بدی بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ محبت محض احسان کے طور پر ہو نہ کہ فوائد حاصل کرنے کی غرض سے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ ایک مشکل مضمون ہے۔ اس لئے بچہ ہی کی محبت کی مثال دے کر اپنا مطلب واضح کرتا ہوں۔ بچہ کی محبت تو طبعی ہے لیکن اس تعلق میں بعض آئندہ فوائد کی توقع بھی شامل ہوتی ہے۔ لیکن جب احسان اور فوائد کی طمع میں مقابلہ ہو جائے تو احسان کا پہلو غالب ہونا چاہئے۔ تیسری شرط یہ ہے۔ کہ حتی المقدور ہم زیادہ سے زیادہ احسان کریں ہم سب کو کہا جاتا ہے کہ سب سے محبت کرو۔ یہ نہایت عمدہ مقولہ ہے۔ مگر اس پر عمل کرنے سے سب کارو بار

درہم برہم ہوجائے گا۔ ضروری ہے کہ ہم بعض چیزوں سے نفرت کریں ورنہ سوسائٹی کا نظام چند ہی گھنٹوں میں رک جائے۔ ضروری ہے کہ ہم بدی سے نفرت کریں۔ یہاں بھی بانی سلسلہ احمدیہ نے بدی میں اور بدی کرنے والے میں امتیاز کیا ہے۔ ہم بدی سے خواہ کیسی ہی نفرت اور اجتناب کریں مگر بدی کرنے والے کی اصلاح ہر وقت مقصود ہونی چاہیئے تاکہ بالآخر ہم اس سے محبت کرنا شروع کر دیں۔ گندگی سے پُر برتن سے اگر گندگی نکال دی جائے تو وہ صاف ہوجائے گا۔ اگر برتن کی قدر ہمارے دل میں نہیں اور ہم اس کو صاف نہیں کر سکتے تو اس برتن کو توڑ دینا چاہیئے۔ بعض اشیأ اور بعض افعال سے نفرت کرنا لازمی ہے۔ پھر نفرت کے بھی درجے ہیں۔

بعض اور اصول

روحانی علاج کے بعض اصولوں پر بانیِ سلسلہ احمدیہ نے زور دیا ہے۔ آپ نے اخلاقی حالتوں کے درجات بیان کئے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سر سے پیر تک گناہ میں ملوث ہے۔ اس میں نیکی اور بدی کی تمیز نہیں۔ آپ اسے کہتے ہیں کہ تمہیں ولی بننا ہے وہ کہتا ہے مجھے تنگ مت کرو میں اس سے بہت دور ہوں۔ لیکن اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام نے ایسے اصول بنائے جس سے ہر شخص کی اخلاقی حالت کی تشخیص ہو سکتی ہے۔ اور پھر اس کے مطابق گناہوں کے علاج بھی بنائے ہیں تاکہ وہ کمال کو پہنچ سکے۔

اخلاق کی تین حالتیں

قرآن حکیم میں ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ اخلاقی ترقی کا پہلا درجہ عدل ہے۔ دوسرا درجہ احسان اور آخری درجہ ایتاءِ ذی القربیٰ ہے۔ یہ وہ معیار ہیں جن سے آپ اپنی اخلاقی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ عدل کے معنے ہیں کہ کسی انسان پر کسی

قسم کی زیادتی نہ کی جائے اور احسان کے بدلہ کم از کم اتنا ہی احسان کیا جائے۔ یہ نیکی کا چھوٹے سے چھوٹا درجہ ہے۔ دوسرا درجہ احسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑی نیکی کے بدلہ زیادہ نیکی کی جائے۔ تیسرا درجہ ایتائے ذی القربیٰ ہے کہ انسان جوش نفس اور بے غرضی سے مخلوق خدا سے بھلائی کرے۔

انسان کو روحانی تکمیل کے لئے مندرجہ بالا تین نیکیاں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں اور مندرجہ ذیل بدی کے تین درجات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ پہلا درجہ فحشا کا ہے۔ فحشا وہ بدی ہے جو صرف کرنے والے کی ذات تک محدود رہے اور اس کا اثر غیر پر نہ پڑے۔ مثلاً بدخیالی یا بدارادے تنزل کا یہ پہلا درجہ ہے دوسرا منکر ہے۔ یعنی ایسا برا فعل جو ہمنشینوں کے لئے تکلیف دہ اور باعث نفرت ہو۔

بغی آخری درجہ ہے۔ یعنی ایسی بدی جس کا اثر کرنے والے کی ذات سے ترقی کر کے دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ اخلاقی تنزل کی یہ اقسام ہیں۔ اخلاقی تنزل اور ترقی درجہ بدرجہ ہوتا ہے۔ عزت اتنا کہہ دینے سے کہ تم اخلاق میں گر رہے ہو۔ اور تمہاری اصلاح کی ضرورت ہے کسی فرد یا قوم یا تمام نسل انسانی کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کسی بچہ کے سامنے سکول اور کالج کی ساری کتابیں رکھ دی جائیں اور اسے کہا جائے کہ انہیں پڑھ کر تم۔ ایم۔ اے پاس کر سکتے ہو۔ وہ انہیں ایک ہی دفعہ نہیں پڑھ سکتا۔

اقتصادی اور معاشرتی مشکلات کا حل

ان تین درجوں میں اسلام نے برائی سے بچنے اور نیکی میں ترقی کرنے کی راہ بتائی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ علم الاخلاق کے متعلق ہمیں ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اقتصادی اور معاشرتی امور کے متعلق بھی چند باتیں عرض کروں۔ دو سال

ہوئے جب میں گول میز کانفرنس کے موقعہ پر لندن میں تھا تو ہاؤس آف کامنز کے ممبروں نے مسلم نمائندوں کو دعوت دی کہ ہاؤس آف کامنز کے کمیٹی روم میں موجودہ مشکلات خصوصاً اقتصادی مشکلات کے متعلق اسلامی تعلیمات پیش کریں اس موقعہ پر کئی مسلمان ممبروں نے تقریریں کیں۔ اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق انہوں نے اسلام سے موجودہ مسائل کے حل پیش کئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ موجودہ مشکلات کا حل یہ ہے کہ ہندوستان کا آئندہ وائسرائے شاہی خاندان کا ایک فرد ہو۔ ایک اور صاحب اٹھے اور کہا کہ وقت آگیا ہے کہ ہم سود کو جائز سمجھیں۔ کیونکہ اُسے ناجائز سمجھنے سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا ہے۔ اور جب تک یہ رکاوٹ باقی ہے مسلمان موجودہ اقتصادی مشکلات کا کوئی حل پیش نہیں کر سکتے۔

اس موقعہ پر جو کچھ میں نے عرض کیا وہ مختصراً آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں میں نے کہا کہ اگر اقتصادی مشکلات کا آپ ایسا حل چاہتے ہیں کہ ہر قوم میں چند لوگ کروڑپتی بن جائیں اور مزدور لوگ روز بروز فلاکت زدہ ہوتے جائیں تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام کچھ نہیں بتاتا۔ اسلام نے ایسے اصول بنائے ہیں جن سے حقیقی طور پر اقتصادی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ اس لیکچر کے خاتمہ پر مسٹر جیمس ڈی روتھ چائلڈ میرے پاس آئے اور کہا کہ اگر اسلام کی یہی تعلیم ہے تو میرے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں (یہ شخص مشہور روتھ چائلڈ خاندان کا ممبر ہے جو دنیا میں متمول ترین خاندان ہے اور سودی لین دین کرتا ہے۔ ان میں سے ایک بھائی انگلستان میں رہتا ہے دوسرا فرانس میں اور تیسرا جرمنی میں۔ تینوں حکومتیں ان کی مقروض ہیں۔ جنگ عظیم کے دنوں میں ان کی والدہ نے پیرس سے برلن جانا تھا اس کی خاطر حکومتوں نے چار گھنٹہ لڑائی بند کر دی تھی) اسلام سوسائٹی میں ایک ایسی حالت پیدا کرنا چاہتا ہے کہ دولت چند

ہاتھوں میں جمع ہونے کی بجائے مختلف ہاتھوں میں گھومتی رہے۔ اسلام انیسویں اور بیسویں صدی کے اقتصادی اصولوں کو پسند نہیں کرتا بلکہ سوسائٹی کے کل افراد کی خوش حالی چاہتا ہے۔ اقتصادی حل کے لئے اسلام نے یہ پہلی شرط پیش کی ہے۔ تاکہ وہ بدیاں پیدا نہ ہوں جو مغرب کی اقتصادیات میں پیدا ہو گئی ہیں۔

وراثت کے متعلق اسلامی تعلیم کو لو۔ اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ دولت تقسیم ہوتی رہے اور مختلف ہاتھوں میں گھومتی رہے۔ پہلے تو اسلام ہبہ پر ہی پابندیاں عائد کرتا ہے یعنی زیادہ سے زیادہ ⅓ حصہ جائداد کے ہبہ کی اجازت دیتا ہے۔ ⅔ حصہ جائداد کا کئی وارثوں میں تقسیم ہونا ضروری ہے۔

زکوٰۃ

پھر اسلام نے زکوٰۃ ایک ایسا ٹیکس لگایا ہے جس کے ذریعہ ہر اقتصادی یا مذہبی نظام میں تمام افراد خوش حال ہو سکتے ہیں۔ زکوٰۃ وہ ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت نہ صرف آمد بلکہ راس المال پر بھی عائد کرتی ہے یہ ٹیکس اس سرمائے پر ہے جو بیکار پڑا ہے۔ جو سرمایہ کام میں لگا ہوا ہے اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ اسلام کے نزدیک دولت پیدا کرنے والے سب ذرائع تمام نسل انسانی کے لئے تحفہ ہیں اس لئے اسلام ان پر کسی فرد کی ملکیت تسلیم نہیں کرتا۔ وہ ان کو امانت سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ کہتا ہے کہ اگر ان ذرائع سے دولت حاصل کی جائے، تو مزدور کو یہ کہنا کافی نہیں کہ اس کو اس کی مزدوری مل گئی اور اس دولت میں اس کا کچھ حصہ باقی نہیں اس خدائی عطیہ میں سے ابھی مزدور کا حق باقی ہے جو ادا کرنا ہے۔ اسی کا نام زکوٰۃ ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تم ایسی چیز پر قبضہ کرتے ہو جو تمہاری نہیں۔ اور یہ غیر مناسب ہے۔

زکوٰۃ کوئی معمولی ٹیکس نہیں۔ اور اسے عام مالیہ کے ساتھ جمع کر سکتے ہیں

اور اس کے جمع کرنے کے لئے خاص محصل بھی مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ اور اسے مندرجہ ذیل کاموں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔

اول۔ علم اور سائنس کی ترقی کے لئے

دوم۔ ایسے موجدوں پر جو رفاہ عام کے متعلق ایجادوں میں مصروف ہوں، اور خود گذارہ نہ کر سکتے ہوں۔

سوم۔ غریب اور مصیبت زدہ لوگوں کی امداد، رفاہ عام کے کام اور تحفظ امن کے محکمہ پر زکوٰۃ کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔

اقتصادی مشکلات کا ایک بند و بست اسلام نے یہ کیا کہ سود کو حرام قرار دیا۔ سود سے کیا ہوتا ہے۔ اس سے دولت چند ہاتھوں میں جمع رہتی ہے۔ میں کسی خاص شخص کی برائی نہیں کرتا۔ مگر ان قوموں سے پوچھئے جو سود کا کاروبار کرتی ہیں۔ کہ جب کوئی شخص اپنے مصیبت زدہ بھائی کی مصیبت سے فائدہ اٹھا کر روپیہ جمع کرتا ہے تو اس کی کس قدر اوصاف حمیدہ مٹ جاتی ہیں۔ اسلام نے نہ صرف سود کو بند کیا بلکہ قرضہ حسنہ کا ادارہ جاری کیا۔ مذہبی نظام میں آپ کو اپنی ہی ترقی مدنظر نہیں ہوتی بلکہ سارے نظام کی بہبودی مدنظر ہوتی ہے۔ اس لئے قوم کو بغیر معاوضہ کے قرضہ دینے کی تلقین کی۔ یہ بھی حکم دیا کہ ہر قرضہ کو تحریر میں لایا جائے اور قرضخواہ کی بجائے مقروض لین دین کی شرائط لکھوائے۔ اس مسئلہ سے اکثر مسلمان ناواقف ہیں۔

انشورنس کا نظام

اسلام نے انشورنس کا ایسا نظام قائم کیا ہے جو کسی اور سوسائٹی یا قوم میں موجود نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو ایسے حالات پیش آجائیں کہ باوجود پوری کوشش کے اپنا گذارہ نہ کر سکے تو حکومت کا پہلا فرض یہ ہے کہ ان لوگوں کو جنہوں نے

اس کا وارث بننا تھا مجبور کرے کہ اس کی امداد کریں۔ کیا انشورنس کا اس سے بہتر کوئی اور نظام ہے۔

کوئی انسان ذلیل نہیں

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر فضیلت نہیں کسی قوم کو نہیں چاہیے کہ دوسری قوم کو حقیر جانے۔ لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم۔ اسلام نے خاص حالات میں انفرادی فضیلت تو تسلیم کی ہے کیونکہ اس کو نہ ماننے سے بعض اوقات دقتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حقوق کی حفاظت کے لئے اسلام نے خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ خلافت کے بعض مقاصد کو پورا کرنے کے لئے خلیفہ کو بعض حقوق حاصل ہیں، ورنہ بحیثیت فرد وہ دوسرے مسلمانوں سے افضل نہیں۔ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت عمرؓ پر مقدمہ دائر کر دیا۔ جب آپ عدالت میں تشریف لائے تو قاضی نے آپ کو سلام کیا اور کہا کہ میرے پاس تشریف لے آئیے۔ اس پر حضرت عمرؓ ناراض ہوئے اور قاضی کے اس فعل کو ناپسند کیا اور اُس جگہ کھڑے ہوئے جہاں فریق مخالف کھڑا تھا۔ اور قاضی سے مخاطب ہو کر کہا "مجھ میں اور مدعی میں بحیثیت فرد کوئی امتیاز نہیں اور آپ کے لئے مناسب نہ تھا کہ مجھ سے کوئی امتیازی سلوک کرتے۔"

شادی کے متعلق بھی اسلام نے مفصل احکام دیئے ہیں اور شادی کو انفرادی حیثیت کی بجائے قومی حیثیت دی اور اس لحاظ سے اسلام کی تعلیم دیگر مذاہب کی تعلیمات سے بالکل ممتاز ہے۔ شادی کا تعلق صرف دو افراد سے نہیں بلکہ اس کا تعلق دو خاندانوں سے بلکہ ساری سوسائٹی سے ہے۔

حکومت کا استحکام

بچوں کی تربیت کے لئے بھی اسلام نے مکمل احکام دئے ہیں۔ رعایا اور

حکومت کے تعلقات کو بھی اسلام نے اچھی طرح واضح کیا ہے۔ سلطنت کا رکن اعظم خلیفہ کو قرار دیا ہے جسے بہترین آدمی سمجھ کر منتخب کیا جاتا ہے۔ رعایا اور حکومت کو آپس میں صلح رکھنے کی تعلیم دی۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر کوئی نظام حکومت کسی ملک میں قائم ہو جائے تو رعایا کو یہ حق نہیں کہ اس کے ملک میں رہتے ہوئے حکومت کے خلاف جنگ کرے۔ اسلام کہتا ہے کہ ممکن ہے بعض حالات میں اس قانون سے بعض لوگوں کو نقصان پہنچے۔ مگر وہ تعلیم دیتا ہے کہ شکایات رفع کرنے کے لئے تشدد کی بجائے دلیل، درخواست، تعاون اور ترغیب سے کام لینا چاہئے۔

بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد بھی قرآن کریم کی تعلیمات پر ہے۔ اسلام دنیا میں ایک سلطنت یا کم از کم ورلڈ فیڈریشن کا تصور پیش کرتا ہے۔

اگر دو قوموں میں لڑائی ہو جائے تو دوسری مسلمان قوموں کو چاہئے کہ دونوں لڑنے والی حکومتوں کے نام نوٹس جاری کریں کہ اپنے اختلافات ان کے سامنے پیش کریں۔ اگر کوئی فریق مصالحت سے انکار کرے یا فیصلہ کو قبول نہ کرے تو باقی حکومتوں کو اس کے خلاف اعلان جنگ کر دینا چاہئے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ

دوسرا حکم یہ دیا کہ اگر دونوں فریق صلح پر آمادہ ہو جائیں تو عدل انصاف کے ساتھ ان میں صلح کرا دی جائے۔ صلح کرانے والی اقوام ان سے اپنے نقصان کا معاوضہ طلب نہ کریں۔ اور مفتوح قوم پر اپنے فوائد کے لئے کوئی شرائط عائد نہ کریں۔ انہیں یہ کہنے کا حق نہیں کہ تمہاری وجہ سے ہمیں نقصان ہوا ہے۔ اس لئے اپنے علاقے میں سے کچھ ہمیں دے دو۔ آج کل جو آئندہ جنگ کا خطرہ ہے اور ساری قومیں

اس سے بے چین ہیں اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ معاہدہ وارسیاز میں جو صلح کی شرائط طے ہوئی تھیں وہ غیر منصفانہ تھیں۔ اگر مندرجہ بالا ہدایت پر عمل کیا جاتا تو دوسری جنگ کا خطرہ پیدا نہ ہوتا۔ صلح کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایسا امن قائم ہوجائے کہ آئندہ جنگ کا خطرہ باقی نہ رہے۔

سلسلہ کی موجودہ مشکلات

میں نے اختصار سے آپ کو اسلامی تعلیمات بھی بتا دی ہیں۔ اور احمدیت کا پیغام بھی سنادیا ہے۔ آخر میں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ دکتہ چینیاں جو خلاف بیانیوں پر مبنی ہوں خواہ وہ خلاف بیانیاں ارادی ہوں یا غیرارادی، کبھی صداقت کی ترقی میں حائل نہیں ہوئیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذمت یا سختی کرنے والے انجام کار خود اُسی حالت کو پہنچ جاتے ہیں۔ جس حالت میں مظلوم اور سختی سہنے والے لوگ تھے۔ غلط بیانیاں اور ایذائیں کسی قوم کو اور خصوصاً کسی مذہبی جماعت کو تباہ کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ یاد رکھو کہ زندگی میں جو حالات ہمیں پیش آتے ہیں وہ ہماری ہی تربیت و تیاری کے لئے ہوتے ہیں۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ اس وقت ہماری جماعت بھی جن مشکلات سے گذر رہی ہے وہ ہماری ہی پختگی اور بہتری کے لئے ہیں۔ تاکہ ہم اُن ذمہ واریوں کو جو کہ مختلف اوقات میں ہم پر ضرور عاید ہونگی اچھی طرح ادا کرسکیں۔ اور اُن فرائض کو سر انجام دے سکیں جو صداقت کے پیغامبر اور نوع انسانی کے روحانی راہنما ہونے کی حیثیت سے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ اس پیغام کو دنیا کی دور ترین کناروں تک پہنچانے کے لئے امتحانوں۔ سختیوں۔ الزاموں اور تمام مختلف انواع تکلیفوں اور دکھوں سے گذرنا ناگزیر ہے۔ اور اگر ہم ان سب مشکلات کو تحمل سے برداشت کرنے کے قابل ہوئے تو ہم اپنی ذمہ واریوں سے سبکدوش ہوسکیں گے۔ جب تک ہم اس آگ سے نہ گزر لیں ہم اپنے آپ کو اس عظیم الشان کام کے اہل نہیں بنا سکتے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی خدمات سے اپنے آپ کو اسکا مستحق بنائیں۔ یہ سختیاں ہمیں پاک تر بناویگی اور نیک اعمال ہمیں بنی نوع انسان کی بہترین خدمات سرانجام دینے میں مدد دینگے۔ ہم ہی نسل انسانی کی بہتری اور ہدایت کے مشعل بردار ہیں۔

حکیم محمد عبداللطیف گجراتی۔ پروپرائٹر ایشیائی کتب خانہ قادیان نے
ٹائٹل پیج رپن پرنٹنگ پریس لاہور میں اور کتاب مسلم پرنٹنگ پریس
لاہور میں چھاپ کر شائع کی۔